بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم — نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم — وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

ماہنامہ انٹرنیٹ گزٹ

المنار

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ

اپریل 2011ء

جلد نمبر1 شمارہ نمبر4

مجلس ادارت

مدیر : مقصود الحق

معاون مدیر : مبارک احمد صدیقی و سید نصیر احمد

Ph. No. +44 (0) 20 87809026

E-mail : editoralmanar@hotmail.com

ارشادِ باری تعالیٰ

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۖ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ② (التغابن آیت 2)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ کی تسبیح کر رہا ہے۔ بادشاہت بھی اُسی کی ہے اور تعریف بھی اُسی کی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

حدیثِ نبوی ﷺ

(۱) كُلُّ اَمْرٍ ذِيْ بَالٍ لَمْ يُبْدَاْ فِيْهِ بِحَمْدِ اللّٰهِ اَقْطَعُ

(ابن ماجہ باب خطبۃ النکاح)

ہر (قابل قدر) کام اگر خدا کی حمد و ثنا کے بغیر کیا جائے تو وہ ناقص (اور بے برکت) رہتا ہے۔

(۲) كُلُّ كَلَامٍ لَا يُبْدَاُ فِيْهِ بِحَمْدِ اللّٰهِ فَهُوَ اَجْزَمُ (ابوداؤد کتاب الادب)

ہر (قابل قدر) گفتگو اگر خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بغیر شروع کی جائے تو وہ بے اثر (اور برکت سے خالی) ہوتی ہے۔

اولاد کے ہوش وحواس

میرے نزدیک ہمیں زیادہ توجہ جس طرف دینی چاہیے وہ تعلیم ہے۔ اور وہ بھی مذہبی تعلیم۔ یہی تعلیم ہماری اولاد کے ہوش وحواس قائم رکھ سکتی ہے.... ہمارے ملک کے لوگ اس طرح دیوانہ وار یورپ کی تقلید کر رہے ہیں کہ اسے دیکھ کر شرم وندامت سے سر جھک جاتا ہے۔ ہمیں نہ صرف اپنے آپ کو بلکہ دوسروں کو بھی بچانے کے لیے یہ کوشش کرنی چاہیے۔

(ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔ الازہار لذوات الخمار۔ صفحہ 213)

ارشاد

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

”نمازوں کے اوقات میں جیسا کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے پوری توجہ نمازوں کی طرف رکھو۔ تمہارے کام یا تمہارے دوسرے عذر تمہیں نمازیں پڑھنے سے نہ روکیں۔ کام کی خاطر نماز کو نہ چھوڑو بلکہ نماز کی خاطر کام کو چھوڑو۔ ورنہ یہ بھی ایک مخفی شرک ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29 اپریل 2005ء)

کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

تجھے حمد و ثنا زیبا ہے پیارے
کہ تو نے کام سب میرے سنوارے
ترے احساں مرے سر پر ہیں بھارے
چمکتے ہیں وہ سب جیسے ستارے
گڑھے میں تو نے سب دشمن اتارے
ہمارے کر دیئے اونچے منارے

مقابل پر مرے یہ لوگ ہارے
کہاں مرتے تھے پر تو نے ہی مارے
شریروں پر پڑے اُن کے شرارے
نہ اُن سے رک سکے مقصد ہمارے
اُنہیں ماتم، ہمارے گھر میں شادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

علمی نکات

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ نے تحریر فرمایا:

غالباً 1901ء کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ اقدس میں حاضر تھا کہ حضور علیہ السلام نے توحید باری تعالیٰ پر ایک تقریر فرمائی اور اس میں ارشاد کیا کہ بعض لوگ کسی کے احسان کرنے پر الحمدللہ کہنے کے بغیر ہی جزاک اللہ کہہ دیتے ہیں حالانکہ بنظر غائر دیکھا جائے تو از روئے معرفت یہ کلمہ بھی اپنے اندر ایک گونہ شرک کا پہلو رکھتا ہے کیونکہ احسان کرنے والے کی ذات اور وہ چیز جس کے ذریعہ وہ مُحسن بنا ہے وہ بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں۔ اس لئے ممنونِ احسان کو چاہئے کہ وہ جزاک اللہ کہنے سے قبل اللہ تعالیٰ کی توصیف وتحمید بیان کرے اور احسان ہونے پر الحمدللہ کہے کیونکہ معرفت اور حقیقت کے لحاظ سے یہ ضروری ہے کہ سب سے اول خالق اسباب کا شکریہ ادا کیا جائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ تقریر غالباً 1901ء کے اخبار الحکم کی ڈائری میں بھی موجود ہے۔ (حیاتِ قدسی۔حصہ دوم۔صفحہ 86)

خبر خوب پھیل گئی

1944ء میں کالج یونین کے عہدیداران نے یونین کے افتتاحی اجلاس کے لئے پرنسپل حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ کی خدمت میں خواہش ظاہر کی کہ آپ اس اجلاس میں خطاب فرمائیں۔ آپ نے فرمایا 15 منٹ کے لئے طلباء سے حسن وعشق کے موضوع پر خطاب کروں گا۔ طلباء ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرانے لگے قادیان میں خوب خبر پھیل گئی کہ آج شام کالج کے پرنسپل حسن وعشق کے موضوع پر تقریر کریں گے۔ سامعین سے ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا تقریر کیا تھی علم وعرفان کے گہرے نکات تھے۔ آپ نے فرمایا:-

”ہر طالب علم میں خدا تعالیٰ نے ایک مخفی حسن کسی نہ کسی کمال یا استعداد کے لحاظ سے ودیعت کیا ہوتا ہے۔ حقیقی استاد وہ ہے جو اس حسن پر عاشق ہو کر ایک والہانہ جستجو اور سرگرمی کے ساتھ اس مخفی حسن کو اجاگر کرے۔ اور پھر اس کی نشوونما کا سامان کرے۔“

یوں ایک طرف تو آپ نے طلباء کو ان کی قدر وقیمت سے روشناس کرایا تو دوسری طرف اساتذہ کو ان کے فرائض کا احساس دلایا تا دونوں طرف کے تعاون سے صحیح اور شاندار نتائج برآمد ہوں۔ (”مصباح“ جون جولائی 2008ء)

جب ”المنار“ کا اجراء ہوا......

اپریل 1950ء میں جب تعلیم الاسلام کالج کا علمی مجلہ ”المنار“ کے نام سے شروع ہوا تو اس وقت کے پرنسپل حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ نے درجِ ذیل پیغام دیا۔ رسالہ المنار کے احیاء کے موقع پر اس کی دوبارہ اشاعت بہت مناسب معلوم ہوتی ہے۔ آپؒ نے فرمایا تھا:

”زندگی مسلسل جستجو کا نام ہے۔ کلاس روم میں آپ پہلوں کی جستجو کے نتائج سنتے ہیں۔ انہیں سمجھنے اور یاد رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان نتائج پر تنقیدی نگاہ ڈالنے کا آپ کو موقعہ میسر نہیں آتا۔ کلاس روم تخلیق کا میدان بھی نہیں مگر تنقید و تحقیق کے بغیر آپ کی زندگی بے معنی ہے۔ ”پدرم سلطان بود“ آپ کو زیب نہیں دیتا۔ دنیا کو جس حالت پر آپ نے پایا اس سے بہتر حالت پر آپ نے اسے چھوڑنا ہے۔ کالج میگزین تنقید وتحقیق کا ایک وسیع میدان آپ کے سامنے کھولتا ہے۔ اب آپ کا فرض ہے کہ اس سے فائدہ اُٹھائیں۔ دیدہ بینا سے دنیا کو دیکھیں۔ عقل سلیم سے اسے پرکھیں۔ ذہن رسا سے اس کی غیر معروف وادیوں میں داخل ہوں۔ اس کی چھپی ہوئی کانوں میں جائیں اور آنے والی نسلوں کے لئے در بے بہا تلاش کریں۔ اسلام کو آج روشن دماغ بہادروں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ بہادر تو ہیں مگر آپ کے ذہنوں میں جلا نہیں تو آپ اسلام کے کسی کام کے نہیں۔ آزادانہ تنقید وتحقیق آپ کو بہادر بھی بنائے گی اور آپ کے اذہان کو منور بھی کرے گی اور یہی کالج میگزین کے اجراء کا **مقصد** ہے خدا ہمیں اس میں کامیاب کرے۔“ (تاریخ احمدیت جلد دہم صفحہ 98-99)

ہم اگرچہ زمیں پہ بیٹھے ہیں
پر نگاہیں ہیں آسمانوں پر
وہ جو راتوں کے تیر ہیں ناہید
بیٹھتے ہیں وہی نشانوں پر

(عبدالمنان ناہید)

تمام کالج میں صفِ ماتم بچھ گئی

سیّد غلام حسین شاہ صاحبؓ بھیرہ ضلع شاہ پور کے رہنے والے تھے۔1896ء میں آپ کو وٹرنری کالج میں داخلہ ملا۔کالج کے طلبہ اور پروفیسر بوجہ آپ کے احمدی ہونے کے آپ کے خلاف ہوگئے۔بات بات پر آپ کا مذاق اڑایا جاتا۔ان حالات میں خدا تعالیٰ نے اپنی قادرانہ تجلّی اور تائیدونصرت کا جو زبردست نشان آپ کی ذات میں ظاہر فرمایا وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں:۔

’’میرے تمام پروفیسر سید بھائی تھے جنہوں نے میری سخت مخالفت کی۔ہر ایک پروفیسر نے اپنے اپنے مضمون کا ایک ایک رجسٹر رکھا ہوا تھا جس کے چار مارکس ہوتے تھے اور ہر پیر کے دن گزشتہ ہفتہ بھر کے پڑھائے ہوئے اسباق کا امتحان ہوتا تھا۔ایک پروفیسر تو ان میں بہت ہی زہریلا تھا۔وہ مجھ سے صرف یہ سوال کرتا کہ ’تو مرزے کا مرید ہے؟‘ میں جواب دیتا۔’جی ہاں‘۔تو وہ میرے نام کے آگے صفر یعنی ’زیرو‘ لکھ دیتا۔

ان حالات نے اتنی سنگینی اختیار کرلی کہ آپ فرماتے ہیں:۔

’’چونکہ ہر روز قسم قسم کی شرارتیں اور حضرت مسیح موعودؑ کی توہین کالج میں ہوتی تھی تو میں نے ارادہ کرلیا کہ اس سے تو یہی بہتر ہے کہ میں کالج چھوڑ دوں۔مگر انہی ایام میں حضرت اقدسؑ کا ایک اشتہار نکلا جس میں درج تھا کہ جس راستہ پر میں اپنی جماعت کو لے جانا چاہتا ہوں اس میں کانٹے اور خاردار جھاڑیاں ہیں۔جس کسی کے پاؤں نازک ہوں وہ ابھی مجھ سے علیحدہ ہوجائے۔چنانچہ میں یہ پڑھ کر ڈر گیا اور میں نے خاموشی اختیار کر لی تاہم حضرت اقدس کی خدمت میں مفصل حالات لکھے حضرت اقدس کا جواب آیا کہ آپ اپنی تعلیم جاری رکھیں۔ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا کریں گے۔‘‘ آگے فرماتے ہیں:

’’میں کالج کے لیکچر روم کی گیلری میں اچھوت کی طرح ایک طرف الگ تھلگ اداس بیٹھا رہتا کیونکہ جس لڑکے کے ساتھ پروفیسر کلاس روم میں اس قسم کے مذاق کرے اور پوری کلاس کھِلکھِلا کر ہنس پڑے تو اس کا دل پڑھائی میں کیسے لگ سکتا ہے۔چنانچہ میرا دل اکثر اداس اور مغموم رہتا لیکن حضرت اقدس کی دعاؤں کا سہارا ضرور تھا۔‘‘

فرماتے ہیں:

’’کالج کی تعلیم کا کورس دو برس کا تھا۔کالج کے پانچ مضامین میں اول، دوم، سوم درجہ پر پاس ہونے پر تین انعامات ۲۵ روپیہ ۱۵ روپیہ اور ۱۰ روپیہ تھے جبکہ سرجری اور میڈیسن میں اوّل نمبر پر پاس ہونے پر دو چاندی کے تمغے مقرر تھے۔اور کالج بھر میں اوّل نمبر پر پاس ہونے والے کے لئے سونے کا تمغہ مقرر تھا۔جوں جوں امتحان قریب آتا جاتا، لائق فائق سٹوڈنٹس اپنی اپنی علمیت کے مطابق انعامات اور تمغہ جات آپس میں اپنے قیاس اور گمان کے لحاظ سے تقسیم کرتے رہتے۔کوئی کہتا کہ چاندی کا تمغہ تو میں لوں گا۔کوئی کہتا کہ سونے کا تمغہ فلاں لے گا وغیرہ وغیرہ۔جبکہ میں ایک طرف اداس بیٹھا ہوا اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا رہتا کہ اے خدا تعالیٰ تو مجھے پاس ہی کردے کیونکہ جس لڑکے کی کلاس میں پروفیسر ذلّت اور رسوائی کریں اس کا دل پڑھائی میں کیسے لگ سکتا تھا۔اگر بھروسہ تھا تو خدا تعالیٰ کی ذات پر اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کے طفیل جن سے عریضے لکھ کر میں دعا کرایا کرتا تھا۔‘‘

اب خدا تعالیٰ نے ان تمام مخالفین کی ذِلّت اور خفّت کا اور انہی کے سامنے آپ کی عزت اور اقبال مندی کا اپنی قدرت اور رحمت سے کیا سامان پیدا فرمایا یہ ایک دلچسپ اور ایمان افروز کہانی ہے اس کی تفصیل آپ ہی کے قلم سے ملاحظہ ہو۔آپؓ فرماتے ہیں:

’’فائنل امتحان لینے کیلئے وٹرنری محکمہ کے انگریز افسر بطور External Examiners (بیرونی ممتحن) کالج میں آیا کرتے تھے جو اردو زبان سے بھی کافی واقفیت رکھتے تھے۔ہر بیرونی انگریز ممتحن کے پاس مضمون کا متعلقہ پروفیسر بیٹھ جاتا۔ممتحن انگلش میں سوال کرتا۔پروفیسر اردو میں لڑکے کو سوال کا ترجمہ کرکے بتا دیتا کہ اس بات کا جواب دو۔لڑکے کا جواب اردو میں ہوتا جو کہ انگریز افسر خود سمجھتا۔ضرورت ہوتی تو متعلقہ پروفیسر لڑکے کے جواب کا انگریزی ترجمہ بھی انگریز ممتحن کو بتا دیتا۔تب انگریز ممتحن لڑکے کو مارکس یعنی نمبر لگا دیتا۔اگر پروفیسر ضرورت محسوس کرتا تو اپنے ہفتہ وار امتحانوں کا رجسٹر دکھا کر اس لڑکے کو پاس کرا دیتا۔ایک اکیزامینر مجھ سے قبل چند سٹوڈنٹس کو فیل کر چکا تھا۔وہ صرف ایک ہی سوال پوچھتا تھا اور اس سوال کا جواب نہ تو ہماری کتب میں تھا اور نہ ہی کسی پروفیسر نے اپنے کسی لیکچر میں ہمیں سکھایا تھا۔سوال یہ تھا کہ ’ایک گھوڑے کو پیریوڈک آفتھیلیا کا دَورہ پڑا کرتا ہے۔ہم کس طرح معلوم کریں کہ اس گھوڑے کو اس مرض کا دورہ ہوا کرتا ہے؟‘ مجھ سے جب اکیزامینر نے یہ سوال کیا تو میں بہت گھبرایا۔مگر یہ خیال کرکے کہ مرض آنکھوں کا ہے کچھ تو بولنا چاہئے۔لہٰذا میں نے اپنی ایک آنکھ کو ذرا بھینچا اور آگے کچھ ابھی کہنے ہی نہ پایا تھا کہ اکیزامینر اپنی کرسی سے اچھل پڑا اور مضمون سے متعلق حاضر پروفیسر سے کہا کہ دیکھو بعینہٖ ایسا ہی حلقہ اس گھوڑے کی آنکھ کے گرد پڑا ہوتا ہے جیسا اس لڑکے نے بنایا ہے۔اکیزامینر نے مجھے کہا۔آنکھ پہلے کی طرح دوبارہ بھینچو! جب میں نے دوبارہ آنکھ بھینچ کر دکھائی تو اکیزامینر نے مجھے اس سوال کے جواب میں پورے مارکس دے دیئے جس کے نتیجے میں مجھے مضمون میں فرسٹ آنے کا ۲۵ روپیہ انعام اور مزید چاندی کا میڈل بھی ملا۔جب میری آنکھ کو دیکھ کر اکیزامینر اپنی کرسی سے اچھلا تو میں خود حیران تھا کہ اسے ہو کیا گیا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھ عاجز پر اتنا فضل و احسان فرمایا کہ میرے مخالف بھی ہمیشہ یاد رکھیں گے۔‘‘

آگے فرماتے ہیں:۔

’’پھر جب تحریری امتحان شروع ہوا تو میں نے یہ کرشمۂ قدرت دیکھا کہ اگر میں نے ہزار صفحہ کی کتاب میں سے صرف تین چار سوال ہی یاد کئے ہوتے تھے تو اکیزامینر نے مجھ سے ان ہی میں سے سوال پوچھے اور پورا جواب پاکر مجھے اچھے مارکس دیئے۔یہ بات کسی ایک مضمون کی نہیں بلکہ پانچوں مضامین میں پانچوں اکیزامینرز کی تھی۔اور اس طرح خدا کے فضل سے مجھے تمام مضامین میں پانچوں انگریز اکیزامینرز نے فرسٹ رکھا۔جب

فائنل امتحان کا نتیجہ نکلا تو میں بفضل خدا پانچوں مضامین میں سے ہر ایک مضمون میں فرسٹ آیا اور پانچوں میں اول آنے پر اول درجہ کے پانچوں نقد انعامات میرے نام پر آئے اور چاندی اور سونے کے میڈلز بھی میرے نام آئے۔''

آپ کی اس غیر معمولی اور توقعات کے بالکل برعکس کامیابی پر دوسرے طلبہ پر کیسی کیسی قیامتیں ٹوٹ پڑیں اس کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:-

''نتیجہ کا نکلنا تھا کہ ہمارے وٹرنری کالج میں ایک کہرام مچ گیا اور شور پڑ گیا کہ ارے وہ قادیانی مرزائی اوّل آ گیا۔غضب ہو گیا! جو لائق فائق لڑکے مثلِ شیر محمد اور قاضی محمد عمر جو کتابوں کے حافظ مشہور تھے وہ تو چیخیں مار مار کر رونے لگے۔تمام کالج میں ایک صفِ ماتم بچھ گئی گویا بم کا دھماکہ ہو گیا جبکہ اِدھر بندہ تو خدا تعالیٰ کے حضور سجدۂ شکر میں گر پڑا۔''

تاہم شر پسند عناصر اور آپ کے خلاف فتنہ بپا کرنے کے اصل ذمہ دار یعنی کالج کے پروفیسروں کے لئے بھی کچھ ذلّت مقدر تھی۔ اس بارے میں مکرم سید غلام حسین شاہ رقمطراز ہیں:

''نتیجہ نکلنے پر تمام مخالف پروفیسروں نے منصوبہ بنایا اور ایک وفد بنا کر مجھے بھی ساتھ لے جا کر ایگزامینرز کے پریذیڈنٹ کے کمرہ میں جا کر عرض کیا کہ حضور! یہ لڑکا غلام حسین تو بہت ہی نالائق ہے۔اس نے کبھی ہفتہ واری امتحانات میں بھی پورے نمبر نہیں لئے مگر اس کو ہر مضمون میں اوّل Declare کیا گیا ہے۔غالباً یہ کوئی چانس ہو گیا ہے اس کا امتحان دوبارہ لیا جائے۔''

اس پر ایگزامینرز کے پریذیڈنٹ نے سب پروفیسروں کے سامنے ریزلٹ شیٹ نکالا اور میز پر رکھ کر اور آپ کے نام کے سامنے پانچوں مضامین کا ریزلٹ دکھا کر کہنے لگا کہ 'Here فرسٹ' 'Here فرسٹ'۔'Here فرسٹ' This can not be a chance یعنی جب یہ لڑکا پانچوں مضامین میں فرسٹ آیا ہے تو یہ کوئی اتفاق (چانس) نہیں ہو سکتا۔اگر یہ کسی ایک آدھ مضمون میں فرسٹ آ جاتا تب چانس کہہ سکتے تھے۔اِس پر پروفیسروں کے وفد نے دوبارہ عرض کیا کہ حضور یہ لڑکا تو بہت ہی نالائق ہے آپ اس کا امتحان دوبارہ لیں۔ یہ سننا تھا کہ پریذیڈنٹ نے وفد کو جھڑک کر کہا کہ ہم تمہارے کالج کے لڑکوں کے ساتھ ناانصافی کرنے کیلئے نہیں آئے۔امتحان لینے کیلئے آئے تھے اور وہ ہم نے لے لیا ہے۔ ہم اس لڑکے کا امتحان دوبارہ نہیں لیں گے۔ اور پھر سختی سے بولا: Better, leave my office at once! Don't waste my time بہتر ہے کہ تم فوراً میرے دفتر سے نکل جاؤ اور ہمارا وقت ضائع مت کرو۔

اس طرح پر مخالفین پروفیسر کا وفد جھڑکیاں کھا کر اور ذلیل و خوار ہو کر نامراد واپس آ گیا۔

حسن خداوندی کا یہ جلوہ دیکھ کر آپ اس پر خدا تعالیٰ کا شکر بجا لاتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نشانوں میں مجھ عاجز کا وجود بھی ایک نشان ہے جو برملا سب کے سامنے ظاہر ہوا۔یعنی جو مخالف پروفیسر دو برس تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ہنسی اڑاتے رہے اور ٹھٹھا کرتے رہے اور میرا مذاق اڑاتے رہے وہ بالآخر کتنے ذلیل و رُسوا ہوئے!''

اس دلچسپ اور الٰہی قدرتوں سے لبریز ڈرامے کا آخری سین آپ کیلئے اتنا ہی رُوح افزا اور آپ کے مخالف طلبہ اور اساتذہ کیلئے اتنا ہی رُوح فرسا تھا جتنی کہ توقع تھی۔ چنانچہ اس کی عکاسی کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''اپریل ۱۹۰۰ء میں لیفٹیننٹ گورنر پنجاب نے انعامات پنجاب وٹرنری کالج میں آ کر تقسیم کئے۔عرفِ عام میں اس زمانہ میں 'لارڈ' کی نسبت سے گورنر کو 'لاٹ صاحب' کی اصطلاح سے یاد کیا جاتا تھا۔اعلان کر کے مجھے پکارا گیا اور حاضر ہونے پر مندرجہ ذیل انعامات مجھے لیفٹیننٹ گورنر صاحب نے عطا کئے۔

۱۔تمام کالج میں فرسٹ آنے پر سونے کا میڈل جس میں میرا نام کندہ ہے۔

۲۔چاندی کا میڈل میڈیسن میں نیز فرسٹ آنے پر نقد انعام ۲۵ روپیہ۔

۳۔اناٹمی اور فزیالوجی کے مضمون میں فرسٹ آنے پر سرٹیفکیٹ اور اوّل درجہ کا نقد انعام مبلغ ۲۵ روپیہ۔

۴۔بوائن پتھالوجی کے مضمون میں فرسٹ آنے پر سرٹیفکیٹ اور اوّل درجہ کا نقد انعام مبلغ ۲۵ روپیہ۔

۵۔سرجری کے مضمون میں فرسٹ آنے پر سرٹیفکیٹ اور اوّل درجہ کا نقد انعام مبلغ ۲۵ روپیہ

۶۔پریکٹیکل سرجری میں فرسٹ آنے پر ڈاؤسن صاحب کا سرٹیفکیٹ اور اوّل درجہ کا نقد انعام مبلغ ۲۵ روپیہ۔

غرضیکہ دونوں گولڈ اور سلور میڈلز اور پانچوں سرٹیفکیٹس اور پانچوں نقد انعامات سے میری جھولی بھر گئی۔''

آپ کی اس عظیم الشان کامیابی پر پروفیسروں نے اپنے غم و غصہ کا اظہار کیسے کیا اور کس طرح ایک ہارے ہوئے جواریئے کی طرح وہ خود اپنے مونہوں سے شکست کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے،اس بارے میں مکرم سید غلام حسین شاہؓ فرماتے ہیں:

''تقریبِ تقسیم انعامات کے اختتام پر میں اپنے پروفیسروں کو الوداعی سلام کرنے کیلئے حاضر ہوا کہ نہ جانے اب پھر کب ملاقات ہو گی۔ میرے حاضری دینے پر پروفیسر صاحبان حسد سے جل گئے اور مجھے بولے ''تو تے سمجھدا ہوناا ے کہ تیرے مرزا دا معجزہ ہے!'میں نے مؤدّبانہ عرض کیا کہ 'معجزے کے سر پر سینگ تو نہیں ہوتے اگر یہ معجزہ نہیں تو اور کیا ہے؟ معجزہ تو ضرور ہوا۔آپ کی آنکھوں کے سامنے ہوا۔آپ کے کالج میں ہوا۔آپ کے بدست ہوا۔پھر بھی آپ نہ مانیں تو کیا علاج'!اس پر پروفیسروں نے کہا ہُن توں جِت گیا اے جو مرضی کہندا پھر'! (یعنی اب تم جیت گئے ہو جو مرضی کہتے پھرو) بالآخر میں الوداعی سلام کر کے چلا آیا۔''

آگے فرماتے ہیں:

''آخر پر بندہ تو قادیان آ گیا اور اپنے جملہ انعامات کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا اور کچھ نقدی بطور نذرانہ پیش کی تو حضورؑ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔''

(''درویشانِ احمدیت''صفحہ 163 تا 171 سے ماخوذ)

☆☆☆

المنارنامہ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں ''المنار'' ارسال کئے جانے پر حضور انور نے مکرم صدر صاحب ایسوسی ایشن کے نام اپنے خط میں تحریر فرمایا

آپ کی طرف سے المنار کا تیسرا شمارہ موصول ہوا۔ جزاکم اللہ احسن الجزا۔ ماشااللہ اچھی کوشش ہے۔ اللہ سب خدمت کرنے والوں کو بہترین اجر دے اور ان کے ایمان و اخلاص میں برکت بخشے۔ اللہ حافظ و ناصر ہو۔

نیا جنم

پیارے ''المنار''!

اپنی تمام تر محبت اور دلی خلوص کے ساتھ مجھے 1954/55 میں بطور مدیرِ اعلیٰ تمہاری خدمت کا اعزاز حاصل رہا ہے۔ اس خدمت کی سرانجام دہی میں مجھے اپنے قابل رفقاء (پرویز پروازی صاحب اور دیگر ساتھیوں) کی معاونت حاصل رہی۔ پرانے المنار کا یہ نیا جنم اور اس نئے المنار کا لنڈن سے اجراء بہت خوش آئند ہے۔

(مطیع اللہ درد۔ یوکے)

ایک خواب

کالج کا وہ زمانہ جو، اب ایک خواب بن کر رہ گیا تھا المنار نے اس کی یادوں کو پھر سے زندہ کر دیا ہے۔ اس دفعہ کا شمارہ بھی بہت خوب ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ جلد ایک مقبول ترین جریدہ بن جائے گا۔ یوں تو یہ تعلیم الاسلام کالج کے سابق طلبا کے لئے ہے مگر اس میں جس قدر متنوع باتیں اور دلچسپ یادداشتیں پڑھنے کو ملتی ہیں ان کے پیشِ نظر تو اسے ہر ایک تک پہنچنا چاہیئے۔ (عدنان محمود انور۔ یوکے)

بیتے دنوں کی یاد

رسالہ المنار کی انٹرنیٹ پر اشاعت بہت مبارک ہو۔ اسے پڑھنے سے کالج میں گزرے ہوئے ایام یاد آ جاتے ہیں۔ (مظفر احمد چٹھہ یوکے)

دیرینہ خواہش

ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کے قیام سے میری دیرینہ خواہش پوری ہو گئی ہے۔۔ میں نے 1961 میں تعلیم الاسلام کالج میں داخلہ لیا تھا۔ کالج کے 2 سالہ عرصے میں، مجھے کالج کی ہاکی ٹیم کے کیپٹن ہونے کا اعزاز بھی حاصل رہا۔ دعا ہے کہ جس غرض کے لئے اس ایسوسی ایشن کا قیام عمل میں لایا گیا ہے، اللہ اس میں کامیابی عطا کرے۔ آمین (حامد احمد۔ لیڈز۔ یوکے)

اللہ نگہبان!

مارچ کا گزٹ میرے سامنے ہے۔ المنار کی خوشبو آتی ہے۔ **الحمدللہ** ۔ روشنی اور بلندی کے اس مینار کو ''المنار'' کی صورت میں ازسرِ نو زندہ کرنا نہایت خوش آئند قدم ہے۔ اللہ ہر قسم کی نظرِ بد سے محفوظ رکھے۔ اور قدم قدم پر اس کا نگہبان ہو۔ جمیل الرحمن صاحب کی نظم ''دشتِ خُتن'' کا حال ابھی یاد ہے مجھے۔ وہ قریۂ غزال ابھی یاد ہے مجھے بہت پسند آئی ہے۔ اسے اکثر دہراتا رہتا ہوں۔ ہمارے اس عظیم کالج کے اساتذہ کوئی معمولی اساتذہ نہ تھے۔ ان کا ذکر زندہ رکھنے اور ان کے حالاتِ زندگی سامنے لائے جانے کی ضرورت ہے۔ (محمد مسیح الدین شاہد۔ جرمنی)

(کیا ہی اچھا ہو کہ کالج کے بزرگ اساتذہ کے حالات اکٹھا کرنے کی سعادت مکرم مسیح الدین صاحب کو حاصل ہو۔ باقی سب کے لئے بھی دعوتِ عام ہے۔ المنار کے صفحات اس کارِ خیر کے لئے حاضر ہیں۔ مدیر)

میں بھی اس سے منسلک تھا......

تاریخی اہمیت کے حامل ''المنار'' کا احیاء میرے لئے دلی خوشی کا باعث بنا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ میں بھی اس کے ساتھ بہت منسلک تھا۔ المنار کے احیاء کے لئے کی جانے والی یہ کوشش بہت ہی قابل قدر ہے۔ دلی مبارک باد۔

(سید ہدایت اللہ ہادی۔ کینیڈا)

ایک قدم آگے......

فروری کا شمارہ پہلے شمارے سے ایک قدم آگے ہے۔ ماشااللہ بہت اچھی پیشکش ہے اور بہت دلچسپ۔ (محمود احمد ملک۔ یوکے)

اچانک نظر پڑی......

المنار پر اچانک نظر پڑی ماشااللہ بہت اچھا ہے رنگارنگ مضامین پڑھ کر مزا آیا۔ اللہ اور بھی ترقیات دے۔ (صبا خواجہ جرمنی)

ایک میں بھی ہوں

دنیا بھر میں پھیلے ہوئے تعلیم الاسلام کالج کے ہزاروں طلباء میں سے ایک میں بھی ہوں۔ مجھے 1967/68 میں المنار کے چیف ایڈیٹر کے طور پر خدمت کا اعزاز حاصل ہے۔ میں جب کالج میں داخل ہوا تو اس وقت مکرم عطاء المجیب راشد صاحب ایم اے عربی کے فائنل ائیر کے طالب علم اور کالج یونین کے صدر تھے۔ اس قدر خوبصورت المنار کو سامنے دیکھ کر میں بہت خوشی محسوس کر رہا ہوں۔ (محمد سمیع طاہر۔ کیلگری کینیڈا)

کالج کا زمانہ آنکھوں کے سامنے آگیا

الاسلام ڈاٹ آرگ پر المنار اچانک دیکھنے کو ملا۔ ماشاءاللہ بہت اچھا ہے۔ پرانی یادیں پھر سے تازہ ہو گئیں۔ اور کالج کا زمانہ آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ جزاکم اللہ

(سید عبدالشکور۔ جارجیا، یو ایس اے)

اچھی کوشش۔ اچھا آغاز

سب سے پہلے المنار کے اجراء پر مبارکباد! ماشاءاللہ بہت اچھی کوشش اور عمدہ آغاز ہے۔ کالج کا سابق طالب علم ہوں براہِ کرم میرا نام المنار ارسال کئے جانے والی فہرست میں شامل کرلیں۔ (وسیم۔ اے۔ نثار شکاگو، یو ایس اے)

مبارک باد

المنار کے جنوری اور فروری کے شمارے ادارتی ٹیم کے ذوقِ سلیم کے عکاس ہیں۔ میری طرف سے دلی مبارک باد۔ (راجہ محمد یوسف جرمنی)

☆☆☆

المنار نیوز لائن

☆حضرت مصلحِ موعودؓ کے داماد اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خسرِ محترم، حضرت سید داؤد مظفر شاہ صاحب 8 مارچ 2011ء کو 91 سال کی عمر میں ربوہ میں وفات پا گئے۔ آپ بزرگ ابن بزرگ ابنِ بزرگ اور بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔
(تفصیلی خبر 9 مارچ 2011ء کے روزنامہ الفضل ربوہ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے)

☆مکرم ومحترم حافظ ڈاکٹر صالح محمد الہ دین صاحب صدر، صدر انجمن احمدیہ قادیان 19 ارچ 2011ء کو قادیان میں وفات پا گئے۔ آپ نے آسٹروفزکس میں ڈاکٹریٹ کی ہوئی تھی اور عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد کے آسٹرونومی ڈیپارٹمنٹ میں لمبا عرصہ فیکلٹی ممبر رہے۔

☆مکرم رانا ظفر اللہ صاحب قائد مجلس سانگھڑ کو 18 مارچ کو جمعے کے بعد مسجد سے گھر آتے ہوئے رستے میں شہید کر دیا گیا۔

☆مکرم کرنل محمد سعید صاحب سابق آنریری مبلغ کینیڈا 15 مارچ کو وفات پا گئے۔ آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں عمل میں آئی۔ حضور انور نے مذکورہ بالا مرحومین کا خطبہء جمعہ میں ذکرِ خیر فرمایا اور نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

☆ مکرم سید عبدالحئی صاحب ناظر اشاعت ربوہ (اور تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں ایم اے عربی کلاس کے سابق طالبعلم) کی اہلیہ محترمہ 25 مارچ بروز جمعہ وفات پا گئیں۔ تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔

☆تعلیم الاسلام کالج کے انگریزی کے استاد مکرم ومحترم پروفیسر چوہدری حمید احمد صاحب کی اہلیہ محترمہ 18 مارچ کو فرانکفورٹ میں وفات پا گئیں۔ وہیں مقامی قبرستان میں تدفین ہوئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

برطانیہ میں تعلیم الاسلام کالج کے سابق طلباء کی ایسوسی ایشن

برطانیہ میں مقیم تعلیم الاسلام کالج کے سابق طلباء میں سے جن احباب کے نام رجسٹرڈ ہو چکے ہیں ان کے اسماء کی پہلی فہرست جنوری کے گزٹ میں شائع کی گئی تھی۔ اس دوران رجسٹرڈ ہونے والے سابق طلباء کے ناموں کی دوسری فہرست درج ذیل ہے:

(113) مکرم جاوید اقبال صاحب (لنڈن)
(114) مکرم فضل احمد صاحب (مورڈن)
(115) مکرم عطاء الحق صاحب (لنڈن)
(116) مکرم ملک زاہد صاحب (لنڈن)
(117) مکرم عطاء المنان کاشف صاحب (لنڈن)
(118) مکرم عبدالشکور اظہر صاحب (چیم)
(119) مکرم خالد احمد مرزا صاحب (نیو مالڈن)
(120) مکرم شمیم احمد بھٹی صاحب (لنڈن)
(121) مکرم عبدالباری ملک صاحب (بریڈفورڈ)
(122) مکرم چوہدری ناز احمد ناصر صاحب (مورڈن)
(123) مکرم نثار محمد خان صاحب
(124) مکرم پیر بشارت احمد صاحب (لنڈن)
(125) مکرم پیر مسعود احمد صاحب
(126) مکرم پیر داؤد احمد صاحب
(127) مکرم بشارت اللہ خان صاحب (مورڈن)

(جاری ہے......)

❁❁❁

کبھی بھی رنگِ زمانہ میں مبتلا نہ ہوا
مرا ضمیر، مری ذات سے جدا نہ ہوا
اس ایک حرف سے کیا غلغلہ بپا نہ ہوا
وہ حرف لب پہ جو آیا، مگر ادا نہ ہوا
جو زخم جسم پہ تھے، ساعتوں میں بھرتے رہے
جو درد دل کا تھا منت کشِ دوا نہ ہوا
اگرچہ میں رہا محرومِ رنگ و بو لیکن
میں اٹھ کے پھول کو توڑوں یہ حوصلہ نہ ہوا
جو آشنا تیرے در سے ہوا اے شاہِ اُمم
وہ اٹھ کے اور کسی در سے آشنا نہ ہوا
اگرچہ کھوج لگاتا رہا خدائی کی
بشر ہمیشہ بشر ہی رہا خدا نہ ہوا
نئی روش ہے، نئی کونپلیں، نئے نغمے
جو ساز میں نے اٹھایا تھا بے صدا نہ ہوا
کرم ہے اس کا کہ گزری ہے اس کی راہ میں عمر
وگرنہ سچ تو یہی ہے کہ حق ادا نہ ہوا

(عبدالسلام صاحب اختر مرحوم۔ سابق پرنسپل ٹی آئی کالج گھٹیالیاں)

آکسفورڈ جیسی فضا دیکھ کر......

(جاوید احمد۔ لیڈز)

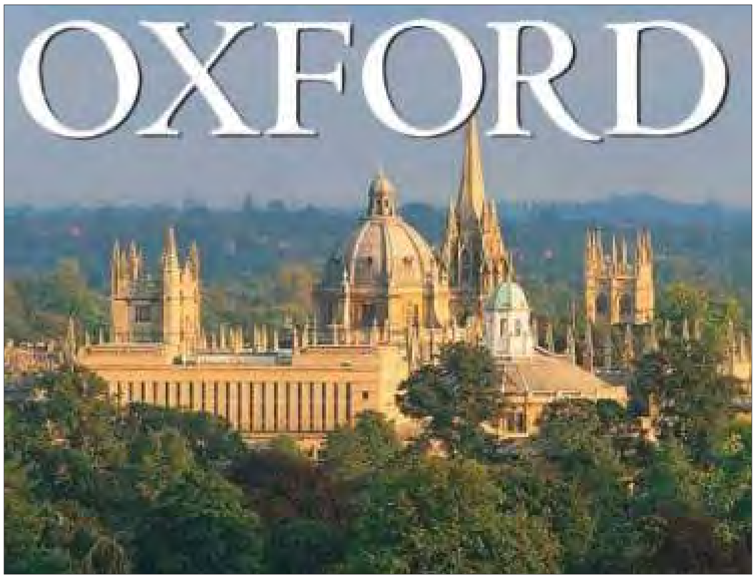

''آج آپ کے ادارے میں آکر میرا اپنا طالب علمی کا دَور آنکھوں کے سامنے آگیا ہے۔آکسفورڈ جیسی فضا دیکھ کر میرے دل میں پرانی یادیں تازہ ہوگئی ہیں اور میں سوچ رہا ہوں کہ آپ لوگ خوش قسمت ہیں کہ یہاں آپ کو مثالی اور تربیتی ماحول میّسر ہے، جہاں دوسری جگہوں کی مضرت انگیز مصروفیات ناپید ہیں''

یہ الفاظ مغربی پاکستان ہائی کورٹ کے جج جناب جسٹس شیخ انوارالحق صاحب کے صدارتی خطاب کے ہیں، جنہیں 1963 میں تعلیم الاسلام کالج کے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر مہمانِ خصوصی کے طور پر مدعو کیا گیا تھا۔ان شاندار الفاظ میں خراجِ تحسین یقیناً ہمارے اس کالج کی عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

یہ اُسی تعلیم الاسلام کالج کا تذکرہ ہے، جس کا پارٹیشن کے بعد لاہور میں ازسرِ نو آغاز انتہائی کسمپرسی اور بے سروسامانی کی حالت میں ایک متروکہ اصطبل کی بوسیدہ عمارت میں ہوا تھا۔ جہاں طلبہ ابتدا میں صفوں پر بیٹھ کر تعلیم حاصل کرتے تھے۔

یہ دَور بڑا کٹھن تھا، لیکن خدا کے فضل سے اولوالعزم پرنسپل صاحب اور عالی حوصلہ اور قابل اساتذہ کی شبانہ روز محنت اور ثابت قدمی کے نتیجے میں یہ نوزائیدہ کالج بہت جلد دیگر کالجوں کے مقابل پر ایک امتیازی مقام حاصل کر گیا اور امتحانات میں حیرت انگیز نتائج دینے شروع کر دئے۔

لاہور میں کالج کے سات سالہ دور میں بھی ٹی آئی کالج اپنی علمی و ادبی سرگرمیوں کی بناء پر مشہور تھا۔ روئنگ اور کبڈی میں پنجاب یونیورسٹی کا چیمپئین بھی رہا۔ ربوہ منتقلی کے بعد ٹی آئی کالج کی علمی و ادبی سرگرمیاں اور سپورٹس میں کامیابیاں جاری رہیں۔ روئنگ میں ہمارا کالج سالہا سال مسلسل یونیورسٹی کا چیمپئین رہا۔ کالج کی باسکٹ بال ٹیم نے اپنے شاندار اور معیاری کھیل کی بناء پر چہار طرف دھوم مچا رکھی تھی۔ کالج کی باسکٹ بال ٹیم کے کھلاڑی پاکستان کی نیشنل باسکٹ بال ٹیم میں منتخب ہوتے رہے۔ ٹی آئی کالج کی سٹوڈنٹ یونین کے مباحثے اپنے معیار کی وجہ سے سارے ملک میں مشہور تھے۔ دور دور سے اچھے مقررین ان مباحثوں میں شرکت کے لئے آتے تھے۔ کالج کا پہلا آل پاکستان انٹر کالجیئیٹ مباحثہ لاہور میں 1950 میں ہوا تھا۔ کالج کے ڈیبیٹرز دوسرے کالجز کے آل پاکستان مباحثوں میں اپنے کالج کے خلاف نعرے بازی اور ہلّڑ بازی کے باوجود انعامات حاصل کرتے رہے۔ ربوہ میں کالج کے ابتدائی دور میں ٹی آئی کالج کے جن Debaters کے نام کا ڈنکہ بجتا تھا اُن میں پرویز پروازی صاحب، کنور ادریس صاحب، وحید سلیم صاحب، خالد بشیر صاحب، سعید رحمانی صاحب، منوّر احمد نمّی صاحب، سلیم احمد ناصر صاحب، عبدالسمیع صاحب، عطاء الکریم شاہد صاحب، عطاء المجیب راشد صاحب، سیّد مشہود احمد شاہ صاحب، نور محمد چانڈیے صاحب اور ارشد ترمذی صاحب شامل ہیں۔ یہ سب بلند پایہ مقرّر تھے جنہوں نے کالج کا نام خوب روشن کیا۔

میٹرک کرنے کے بعد میں نے تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں داخلہ لیا اور اسی کالج سے بی ایس سی کی ڈگری حاصل کی۔ کالج کے دورِ طالب علمی میں خاکسار کو پاکستان کے مختلف شہروں کے کالجز جن میں اسلامیہ کالج لاہور، دیال سنگھ کالج لاہور، اینیمل ہسبینڈری کالج لاہور، گورنمنٹ کالج لائلپور، اسلامیہ کالج لائلپور، اسلامیہ کالج گجرانوالہ، نشتر میڈیکل کالج ملتان، گورنمنٹ کالج جوہرآباد، گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد اور گورنمنٹ کالج جہلم شامل ہیں کی آل پاکستان انٹر کالجیئیٹ Debates میں ٹی آئی کالج ربوہ کی نمائندگی کرنے کا اعزاز حاصل رہا ہے۔ ہم نے ٹرافیاں بھی جیتیں، انفرادی انعامات بھی حاصل کئے۔ میرے ڈیبیٹر ساتھی محترم عطاء المجیب راشد صاحب، امام مسجد لنڈن، وِنگ کمانڈر (ر) طارق پرویز احمد صاحب، قمر کریم صاحب، سیّد جمیل لطیف صاحب اور صاحبزادہ مرزا فرید احمد صاحب ہوا کرتے تھے۔ میرے یہ سب ساتھی اس دور کے بہترین مقرر ہوا کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے 1961 میں جب کہ میں ابھی فرسٹ ایئر کا طالب علم تھا سٹوڈنٹ یونین کے انچارج، استاذی المحترم پروفیسر ڈاکٹر سلطان محمود شاہد صاحب نے مجھے اپنے آفس میں بلا کر کہا ''گورنمنٹ کالج

جہلم کے مباحثہ میں عطاء المجیب راشد صاحب کے ساتھ آپ کو کالج کی نمائندگی کرنا ہوگی‘‘۔ محترم عطاء المجیب راشد صاحب اس وقت کالج کے سینیئر سٹوڈنٹ تھے، کالج کے بہترین مقرّر تسلیم کئے جاتے تھے اور پاکستان کے مختلف شہروں کے کالجز کے بین الکلیاتی مباحثوں میں متعدّد بار ٹی آئی کالج کی نمائندگی کا اعزاز حاصل کر چکے تھے۔ میرے لئے کسی کالج کے آل پاکستان بین الکلیاتی مباحثہ میں حصّہ لینے کا یہ پہلا موقع تھا۔ گو کہ میں سکول کے دورِ طالب علمی میں جھنگ میں منعقد ہونے والے ضلع جھنگ کے ہائی سکولز کے تقریری مقابلوں میں تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ کی اس ٹیم کا ممبر تھا جو اوّل قرار پائی تھی۔ جہلم کالج کے مباحثہ میں ٹی آئی کالج کے مقررین نے پہلی اور دوسری پوزیشن حاصل کی اور ٹرافی جیتنے کا فخر حاصل کیا۔ 1966 میں اسلامیہ کالج (ریلوے روڈ) لاہور کے سالانہ بین الکلیاتی مباحثہ میں ٹی آئی کالج کی نمائندگی کرنے والی ٹیم طارق پرویز احمد (جو کالج سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد پاک فضائیہ کے شاہین بنے، ٹی آئی کالج سٹوڈنٹ یونین کے صدر بھی رہے اور باسکٹ بال کے نامور کھلاڑی تھے) اور خاکسار پر مشتمل تھی۔ اسلامیہ کالج کے مباحثہ میں بھی تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے مقررین نے اوّل اور دوم پوزیشن حاصل کی نیز ٹرافی جیتنے کا اعزاز حاصل کیا۔ اسلامیہ کالج لاہور کے مباحثہ میں مہمانِ خصوصی اور چیف جج یو این او میں پاکستان کے مستقل مندوب سیّد امجد علی تھے۔ مجھے یاد ہے مباحثہ کے نتائج کا اعلان کرتے ہوئے اُنہوں نے ٹی آئی کالج کے مقررین کے بارے میں تعریفی کلمات ادا کئے۔ حقیقت میں یہ تعریفی کلمات ٹی آئی کالج کے لئے خراج تحسین تھا۔ مباحثہ کے بعد ڈنر میں جب یہ بات اُن کے علم میں آئی کہ ٹرافی جیتنے والے دونوں مقرّر بھائی ہیں تو انہوں نے بہت خوشنودی کا اظہار کیا۔

میں کالج کی ہاکی ٹیم کا بھی ممبر تھا۔ مجھے یاد ہے 7 نومبر 1965 کی صبح کو ہمارے کالج کی ٹیم یونیورسٹی چیمپئین شپ میں حصّہ لینے کے لئے راولپنڈی پہنچی جہاں ہماری ٹیم کو اگلے روز گارڈن کالج کے خلاف میچ کھیلنا تھا۔ ہمارا قیام مری روڈ پر واقع مسجد نُور میں تھا۔ اچانک ربوہ سے یہ اندوہناک اطلاع ملی کہ ہمارے اولوالعزم امام، حضرت مسیح موعود کے لختِ جگر، اور مصلح موعود، حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نصف صدی سے زیادہ خلافت احمدیہ کا بارِگراں اٹھانے کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ہیں۔ سوگوار دلوں اور اشکبار آنکھوں کے ساتھ اپنے پیارے امام کی نماز جنازہ میں شرکت کے لئے پوری ٹیم اسی وقت ربوہ کے لئے روانہ ہوگئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رحلت کے بعد ہمارے محبوب پرنسپل حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد منصبِ خلافت پر متمکّن ہوئے۔ آپ کے بعد قاضی محمد اسلم صاحب تعلیم الاسلام کالج کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے جب بھی برطانیہ میں قدم رنجہ فرمایا خاکسار ان کی قدم بوسی کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا؛ آپ ہر بار انتہائی محبت اور شفقت سے ملے۔

ٹی آئی کالج ربوہ اپنی علمی و ادبی تقریبات کے لحاظ سے صوبہ بھر میں منفرد تھا۔ کالج میں دو اُردو کانفرنسیں منعقد ہوئیں پہلی اُردو کانفرنس 1964 میں ہوئی جو بہت کامیاب رہی۔ اِس کانفرنس میں ادبی دُنیا کی ممتاز شخصیات نے شرکت کی۔ دوسری اُردو کانفرنس 1967 میں ہوئی جس میں تین وائس چانسلر، سولہ پروفیسر اور دوسو سے زیادہ مندوبین نے شرکت کی۔ اِن کانفرنسوں کے رُوحِ رواں استاذی المحترم پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب ہوا کرتے تھے۔

کالج کے زمانہ میں جن اساتذہ سے شرفِ تلمّذ حاصل کیا اُن میں پروفیسر ڈاکٹر سلطان محمود شاہد صاحب، پرفیسر میاں عطاء الرحمٰن صاحب (مرحوم)، پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب (مرحوم)، پروفیسر محمد شریف خالد صاحب (مرحوم)، پروفیسر عبد الرشید غنی صاحب (مرحوم)، پروفیسر مسعود احمد عاطف صاحب (مرحوم)، پروفیسر رفیق احمد ثاقب صاحب، پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب، آفتاب احمد صاحب (لیکچرر)، ملک عبداللہ صاحب (لیکچرر) اور عبدالسمیع صاحب (لیکچرر) شامل ہیں۔ ہمارے یہ سب اساتذہ انتہائی قابل اور اپنے اپنے مضمون کے ماہر تھے۔

میرا یہ مضمون ادھورا رہے گا اگر میں ایک ایسی ہستی کا ذکر نہ کروں جس سے کیا ہمارے پرنسپل، کیا ہمارے اساتذہ اور کیا طلبا، سب یکساں محبّت کرتے تھے۔ میری مراد ’شادی‘ سے ہے۔ بڑے خوش نصیب ہوتے ہیں وہ لوگ جن سے دوسرے پیار کریں۔ شادی انہی خوش نصیب لوگوں میں سے تھا۔ شادی کالج کا Caretaker تھا۔ مغربی ممالک میں تو دبستانوں کی چوکیداری کی بھی ذمّہ داری جس شخص کو سونپی جاتی ہے اسے دبستان کے احاطہ کے اندر ہی تمام سہولتوں سے آراستہ رہائش گاہ بھی مہیّا کی جاتی ہے۔ شادی تو غریب ملک کے غریبوں کے کالج کا ایک ملازم تھا۔ ہمارے شادی کی رہائش گاہ بھلا کیا تھی، کالج کے دفتر کے سامنے والے ہال میں سیڑھیوں کے نیچے ایک چھوٹی سے تنگ جگہ۔ یہی جگہ اس کی آرام گاہ، یہی اس کی خواب گاہ اور یہی اس کی طعام گاہ۔ شادی کے بارے میں بہت سے لطائف ہیں لیکن سب سے مشہور لطیفہ ٹیلی فون کے بارے میں ہے۔ شادی جیسا سیدھا سادا بندہ، فون کے آداب سے نابلد۔ ایک دفعہ کسی نے کالج فون کیا تو شادی کو فون اٹھانا پڑ گیا۔ وہ صاحب ہیلو ہیلو کرتے رہے لیکن شادی نے چُپ سادھے رکھی۔ وہ صاحب بار بار ہیلو کر رہے ہیں لیکن شادی ہے کہ مسلسل خاموش۔ ان صاحب نے جھنجھلا کر چیختے ہوئے کہا ہیلو! ہیلو! تب جا کر شادی نے سکوت توڑا اور کہا ’’ہل داتے پیاں، ہور کی کراں‘‘ (ہل تو رہا ہوں اور کیا کروں)۔ فون کرنے والے صاحب نے فلک شگاف قہقہہ لگایا۔ شادی کا یہ لطیفہ ایک تاریخی حیثیت حاصل کر گیا۔ گو کہ شادی اب اس دنیا میں نہیں رہا لیکن ہمارے دلوں میں وہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔

☆☆☆